© rasailojaraid.com

رمیں قویٰ ضعیف ہو گئے تھے لیکن پھر بھی تصنیف و تالیف اور شعری و ادبی اصلاح و ارشاد کے میں برابر مصروف رہے اس بنا پر انھوں نے جو قلمی ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے بلا مبالغہ اس کوئی ادیب و شاعر اس میں اور قدرتِ کلام و جامعیتِ فن میں ان کا ہمسر و حریف نہیں ہو سکتا قدرتِ کلام کا یہ عالم تھا کہ چند سال ہوئے انھوں نے قرآن مجید کا منظوم ترجمہ کیا اور ندوۃ المصنفین قار کو بربنائے تعلقِ خاطر و مودتِ قدیم لکھا کہ اس پر ان سے رائے لینے کے لئے دہلی میں آکر تقریباً ہفتے قیام کیا تو میں نے پہلی ہی ملاقات میں کہا کہ میں قرآن مجید کے منظوم ترجمہ کا حامی نہیں ہوں میرے ایسی کوشش نہ صرف غیر مفید بلکہ مضر اور گمراہ کن ہو سکتی ہے۔ اس پر مرحوم نے کہا کہ آپ پہلے پڑھ لیجئے اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کیجئے چنانچہ میں اس پر رضامند ہو گیا اور روزانہ دو دو تین گھنٹے نکال کر مرحوم کے ساتھ ہی میں نے ترجمہ از اول تا آخر پڑھا اور میری حیرت کی انتہا نہ تھی جب میں دیکھا کہ ترجمہ بہت بڑی حد تک اس قدر صاف اور رواں تھا کہ نظم اور نثر کا فرق ہی معلوم نہیں ہوتا تھا سوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ قیدِ وزن و قافیہ کی وجہ سے کسی جگہ بھی کوئی لفظ آگے پیچھے ہوا یا کسی مناسب جگہ کوئی نامناسب لفظ رکھا گیا ہے۔

مولانا احسان اللہ خاں تاجور ۱۸۹۳ء میں نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ روہیلہ پٹھانوں کے سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی پھر دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر اسلامی علوم کی تکمیل کی۔ شعر و شاعری اور لکھنے کا ذوق فطری تھا۔ چنانچہ زمانہ طالب علمی میں بھی دار العلوم دیوبند بلند پایہ علمی اور دینی رسالوں القاسم دور اول اور الرشید میں ان کے مقالات نکلتے تھے یہاں سے ہو کر وہ لاہور پہنچے اور سر عبد القادر مرحوم ایسے مربی اور مشفق کے فیضِ صحبت و توجہ نے ان چمکایا کہ وہ جلد ہی نہ صرف لاہور بلکہ شمالی ہندوستان کی علمی و ادبی محفلوں کی رونق و زینت بن گئے دکے بلند پایہ شاعر اور زبان کے ماہر و نقاد اور نامور ادیب کی حیثیت سے پنجاب کے اساتذۂ فن ت میں ایک نمایاں جگہ کے مالک ہو گئے۔ سینکڑوں نوجوان ان کے فیضِ صحبت و تعلیم سے اردو کے ادیب و شاعر ہوئے وہ زندہ دلانِ پنجاب کے ادبی اکھاڑہ میں ایک پہلوان کی حیثیت سے رہتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ جس طرح دوستوں کے ساتھ انتہائی خلیق و ملنسار اور ہمدرد تھے اسی طرح مخالفوں کو دنداں شکن جواب دینے میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے لاہور میں رہ کر انھوں نے دولت بھی پیدا کی اور شہرت و ناموری بھی حا کی لیکن دیوبند میں چند سالہ قیام نے ان کے دل و دماغ پر ایسے گہرے نقوش ثبت کر دیے تھے نام کے ساتھ "فاضل دیوبند" بڑے فخر کے ساتھ لکھتے تھے اور دیوبند کے حضرات اکابر تو اکابر منتسبین دارالعلوم پر بھی جان چھڑکتے اور ان سے والہانہ محبت کرتے تھے اگرچہ تصنیف و تالیف کے ذریعہ کوئی بڑا ذخیرہ انھوں نے یادگار نہیں چھوڑا ہے تاہم "انجمن ارباب علم پنجاب" ما اُردو مرکز ادارے قایم کر کے اور "ادبی دنیا اور شاہکار" ذخیرہ بلند پایہ رسالے نکال کر اور نوجوانوں میں صح شگفتہ ادبی و شعری ذوق پیدا کر کے انھوں نے اردو زبان و ادب کی جو اہم خدمات انجام دی ہیں عصر حاضر کے تاریخ ادب کا بے شبہ روشن باب ہیں اور انھیں آسانی سے فراموش نہیں کیا جا

آج کل کے بعض کم ظرف اور بد اصل و بدنہاد شاعروں نے شاعری کو ایسا بدنام کیا ہے اور رند مشربی و آوارہ مزاجی دونوں لازم و ملزوم سے بن گئے ہیں سیماب اور تاجور دونوں نے ا فن شریف کے مرتبہ و وقار کو پوری طرح قایم رکھا چنانچہ یہ دونوں حضرات ارباب فن ہونے کے مشرقی آداب و اطوار معاشرت کا بھی مکمل نمونہ تھے شرافت ان کا جوہر اور پاک طینتی و مروت کی خو تھی فن ان کے دم سے نیک نام تھا اور یہ فن کے وقار پر دم دیتے اور اخلاقی حیثیت ا بھی فن کا وقار کم نہیں ہونے دیتے تھے، آہ صد حیف کہ اردو کی شبستان گل بداماں سے پرانے چراغ بجھتے چلے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ نئے چراغوں کو روشن کرنے کے سامان کا پڑ رہا ہے جو جاتا ہے اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ کر جاتا ہے۔ واحسرتا!

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ — کہیں ڈھونڈھے نہ پائیں گے یہ لوگ

حق تعالیٰ دونوں کی قبر ٹھنڈی رکھے۔ اور مغفرت و بخشش کی نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرمائے!

© rasailojaraid.com